شیخ نجدی کی دعوت

اور

اس کی حقیقت

صوفی سید عابد علی قادری رضوی :

میزان الحق :

صوفی سید عابد علی قادری رضوی :

+919765656644

(تاریخ نجد وحجاز) باب2

شیخ نجدی کی دعوت اور اس کی حقیقت

شیخ نجدی کی دعوت متعدد نکات پر پھیلی ہوئی ہے، ان تمام پر گفتگو کرنا اس ایک باب میں ممکن نہیں ہے۔ شیخ نجدی جس نئے دین کی طرف لوگوں کو دعوت سے اور اس دعوت کے منکرین کو کافر اور واجب القتل قرار دیا۔ اس فتنہ کا رد کرنے کے لئے اسی وقت علماء اسلام اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور فتنہ نجدیت کے ظہور سے لے کر آج تک اس فتنہ کے ابطال کے لئے اہل اسلام کے جملہ مکاتب فکر کے علماء نے متعدد کتابیں سپرد قلم کی ہیں، ہم اس باب میں صرف توسل، شفاعت اور استمداد کے تین عنوانوں پر بحث کریں گے۔

توسل

توسل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے شیخ نجدی لکھتے ہیں:

فان اعداء الله لهم اعتراضات كثيرة على دين الرسل يصدون بها الناس عنه منها قولهم نحن لانشرك بالله بل نشهد انه لا يخلق ولايرزق ولا ينفع ولا يضر الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عليه السلام لايملك لنفسه نفعا ولا ضرا فضلا عن عبدالقادر اوغيره ولكن انا مذنب والصالحون لهم جاه عندالله واطلب من الله بهم۔ فجوابه بما تقدم و هوان الذين قاتلهم رسول الله ﷺ مقرون بماذكرت و مقرون اوثانهم لاتدبر شيء وانما اراد وا الجاه و الشفاعة۔ (محمد عبدالوہاب نجدی، متوفی ۱۲۰۶ھ، کشف الشبہات، ص ۳۱، ۳۲)

دشمنان خدا کے دین رسول پر متعدد اعتراضات ہیں جن کی بناء پر وہ لوگوں کو صحیح دین پہچانے سے روکتے ہیں، ان میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ دشمنان خدا کہتے ہیں۔ ہم اللہ تعالی کے ساتھ شرک نہیں کرتے، بلکہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالی کے سوا نہ کوئی خالق ہے، نہ رازق ہے اور اللہ تعالی کے سوا کوئی نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور ان باتوں میں خدا کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ کہ محمد علیہ السلام بھی اپنی ذات کے لئے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ عبدالقادر یا کوئی اور شخص ہو، لیکن میں ایک گنہگار شخص ہوں اور صلحاء اللہ تعالی کی بارگاہ میں جاہ اور مرتبہ رکھتے ہیں، پس میں ان کے وسیلہ سے اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں۔ پس ان کو وہ جواب دو جو گزر چکا ہے کہ جن لوگوں سے رسول ﷺ نے قتال کیا، وہ بھی انہی چیزوں کا اقرار کرتے تھے اور یہ مانتے تھے کہ جن بتوں کی وہ پرستش کرتے ہیں، وہ کسی چیز کے خالق رازق وغیرہ نہیں ہیں اور وہ ان سے صرف شفاعت اور جاہ کا ارادہ کرتے ہیں۔

اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مسلمان انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے لئے اللہ تعالی کی بارگاہ میں جاہ عزت اور مرتبہ کے قائل ہیں، اور ان کے وسیلہ سے اللہ تعالی سے دعائیں مانگتے ہیں، وہ تمام مسلمان کافر ہیں اور اسی طرح جہاد کرنا واجب ہے جس طرح رسول اکرم ﷺ نے مکہ کے ان کافروں اور بت پرستوں سے جہاد کیا تھا جو اپنے بتوں کی

(تاریخ نجد وحجاز) باب2

شیخ نجدی کی دعوت اور اس کی حقیقت

شیخ نجدی کی دعوت متعدد نکات پر پھیلی ہوئی ہے، ان تمام پر گفتگو کرنا اس ایک باب میں ممکن نہیں ہے۔ شیخ نجدی جس نئے دین کی طرف لوگوں کو دعوت سے اور اس دعوت کے منکرین کو کافر اور واجب القتل قرار دیا۔ اس فتنہ کا رد کرنے کے لئے اسی وقت علماء اسلام اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور فتنہ نجدیت کے ظہور سے لے کر آج تک اس فتنہ کے ابطال کے لئے اہل اسلام کے جملہ مکاتب فکر کے علماء نے متعدد کتابیں سپرد قلم کی ہیں، ہم اس باب میں صرف توسل، شفاعت اور استمداد کے تین عنوانوں پر بحث کریں گے۔

توسل

توسل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے شیخ نجدی لکھتے ہیں:

فان اعداء الله لهم اعتراضات كثيرة على دين الرسل يصدون بها الناس عنه منها قولهم نحن لانشرك بالله بل نشهد انه لا يخلق ولايرزق ولا ينفع ولا يضر الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عليه السلام لايملك لنفسه نفعا ولا ضرا فضلا عن عبدالقادر اوغيره ولكن انا مذنب والصالحون لهم جاه عندالله واطلب من الله بهم۔ فجوابه بما تقدم و هوان الذين قاتلهم رسول الله ﷺ مقرون بماذكرت و مقرون اوثانهم لاتدبر شيء وانما اراد وا الجاه و الشفاعة۔ (محمد عبدالوہاب نجدی، متوفی ۱۲۰۶ھ، کشف الشبہات، ص ۳۱، ۳۲)

دشمنان خدا کے دین رسول پر متعدد اعتراضات ہیں جن کی بناء پر وہ لوگوں کو صحیح دین پہچانے سے روکتے ہیں، ان میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ دشمنان خدا کہتے ہیں۔ ہم اللہ تعالی کے ساتھ شرک نہیں کرتے، بلکہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالی کے سوا نہ کوئی خالق ہے، نہ رازق ہے اور اللہ تعالی کے سوا کوئی نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور ان باتوں میں خدا کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ کہ محمد علیہ السلام بھی اپنی ذات کے لئے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ عبدالقادر یا کوئی اور شخص ہو، لیکن میں ایک گنہگار شخص ہوں اور صلحاء اللہ تعالی کی بارگاہ میں جاہ اور مرتبہ رکھتے ہیں، پس میں ان کے وسیلہ سے اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں۔ پس ان کو وہ جواب دو جو گزر چکا ہے کہ جن لوگوں سے رسول ﷺ نے قتال کیا، وہ بھی انہی چیزوں کا اقرار کرتے تھے اور یہ مانتے تھے کہ جن بتوں کی وہ پرستش کرتے ہیں، وہ کسی چیز کے خالق رازق وغیرہ نہیں ہیں اور وہ ان سے صرف شفاعت اور جاہ کا ارادہ کرتے ہیں۔

اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مسلمان انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے لئے اللہ تعالی کی بارگاہ میں جاہ عزت اور مرتبہ کے قائل ہیں، اور ان کے وسیلہ سے اللہ تعالی سے دعائیں مانگتے ہیں، وہ تمام مسلمان کافر ہیں اور اسی طرح جہاد کرنا واجب ہے جس طرح رسول اکرم ﷺ نے مکہ کے ان کافروں اور بت پرستوں سے جہاد کیا تھا جو اپنے بتوں کی

اللہ کے ہاں رسائی اور جاہ مرتبہ کا اعتقاد رکھ کر ان کی عبادت اس لئے کرتے تھے تاکہ ان کے وسیلہ اور شفاعت سے ان کی مرادیں پوری ہوں۔

شیخ نجدی کی یہ عبارت مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہے۔

1-انبیاء علیہم السلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت اور جاہ ثابت نہیں۔

2-انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا وسیلہ پیش کر کے دعائیں مانگنا جائز نہیں۔

3-انبیاء علیہم السلام کی عزت اور جاہ کے وسیلہ سے دعا مانگنا کفار سے مماثلت کی وجہ سے کفر ہے۔

توسل میں مسلمانوں اور کفار کا فرق

سب سے پہلے ہم کفار سے مماثلت کے نکتہ پر بحث کرتے ہیں۔

(الف) کفار جن بتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت اور جاہ کا عقیدہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ میں ان کے لئے عزت اور جاہ کے حصول پر کوئی دلیل قائم نہیں فرمائی، اس کے برخلاف انبیاء کے لئے اس مرتبہ کے حصول پر دلیل قائم فرمائی ہے۔

(ب) کفار بتوں کے بارے میں نفع پہچانے اور ضرر دینے کا اعتقاد رکھتے تھے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کو یہ طاقت اصلاً عطا نہیں فرمائی۔ اس کے برخلاف انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا فرمائی ہے ان دونوں امروں کی ہم انشاء اللہ عنقریب بادلائل وضاحت کریں گے۔

کفار جو بتوں کے بارے میں عزت وجاہ اور نفع وضرر کا عقیدہ رکھتے تھے، ان کے رد میں اللہ تعالیٰ کفار کے بارے میں حضرت ہود علیہ السلام کا قول نقل فرماتا ہے۔

اتجادلوننی فی اسمآء سمیتموھآ انتم وابآؤکم مانزل اللہ بھا من سلطٰنo (اعراف:71)

ترجمہ: کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو، ان اسماء کے بارے میں جن کے تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نام رکھ لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حیثیت پر کوئی دلیل قائم نہیں فرمائی۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای اتحاجونی فی ھذہ الاصنام التی سمیتموھا انتم واباؤکم الھۃ ولا تضر ولا تنفع ولا جعل اللہ لکم عبادتھا حجۃ ولا دلیلا۔ (حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر القرشی، متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۲۲۵)

ترجمہ: کیا تم مجھ سے ان بتوں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے معبود مان لیا ہے جو نہ نفع دینے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ضرر کی اور نہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت پر کوئی حجت اور دلیل قائم کی ہے۔

علامہ ابن کثیر کی اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ کفار کا بتوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت وجاہ اور نفع اور ضرر کی طاقت کو ثابت کرنا بلا دلیل تھا۔

مسلمانوں کے انبیاء کرام سے توسل کرنے میں اور کفار کے عمل میں دوسرا فرق یہ ہے کہ مسلمان باوجود یہ ماننے کے کہ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت وجاہ حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نفع اور ضرر کی قدرت عطا کی ہے، یہ اعتقاد رکھتے ہیں، مستحق عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک ہے، وہ انبیاء اور اولیاء کو مستحق عبادت یا الٰہ نہیں قرار دیتے، بلکہ اس عقیدے کو کفر قرار دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف کفار بتوں کو نہ صرف یہ کہ بلا کسی دلیل کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صاحب عزت وجاہت اور نافع اور ضار مانتے ہیں، بلکہ ان کو مستحق عبادت سمجھتے ہیں اور برملا ان کو الٰہ کہتے ہیں اور خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں، چنانچہ علامہ ابن کثیر کی تفسیر سابق سے بھی یہ بات واضح ہو چکی ہے اور ہم اس کے ثبوت میں قرآن کریم کی ایک نص قطعی پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والذین اتخذوا من دونہ اولیآء مانعبدھم الا لیقربونآ الی اللہ زلفیo (الزمر:3)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے مددگار بنا رکھے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ کفار بتوں کے ساتھ جو کچھ معاملہ کرتے تھے، وہ عبادت کے عنوان سے کرتے تھے اور ان کو اپنا مستحق عبادت سمجھتے تھے۔ اور یہ سب باتیں بلا دلیل ہیں۔

اور مسلمان جو انبیاء کرام کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت وجاہ کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس پر بھی قرآن کریم میں دلیل موجود ہے، ان کو خدا کی دی ہوئی طاقت سے نافع اور ضار سمجھتے ہیں، اس پر بھی قرآن کریم میں حجت موجود ہے اور ان کے توسل سے جو دعائیں مانگتے ہیں، تو ان کو معبود یا مستحق عبادت کا شریک سمجھ کر نہیں، بلکہ خدا کا عبد مقرب سمجھ کر ان کے وسیلہ سے دعائیں کرتے ہیں اور اس پر بھی قرآن کریم میں دلیل موجود ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی بارگاہ الوہیت میں وجاہت

آیئے اب اس امر پر غور کرتے ہیں کہ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت و وجاہت حاصل ہے یا نہیں؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وکان عنداللہ وجیہاo (الاحزاب)

ترجمہ: اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ذووجاہت تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

وجیھا فی الدنیا والاٰخرۃo (آل عمران:45)

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اور آخرت دونوں میں ذووجاہت ہیں۔

اور حضور سید المرسلین ﷺ کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت کا اندازہ ان آیات سے لگایئے:

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعلمینo (الانبیاء)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا، مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

انبیاء سابقین علیہم السلام کے زمانہ میں کوئی قوم کفر و شرک کو نہ چھوڑتی، تو اس پر عذاب آجاتا، مگر حضور اکرم ﷺ کا مرتبہ اور مقام ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھمo (الانفال:33)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کافروں پر عذاب بھیجے، جبکہ آپ ان میں موجود ہیں۔

جب آپ کی خواہش ہوئی کہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قد نری تقلب وجھک فی السمآء فلنولینک قبلۃ ترضٰھاo (البقرہ:144)

ترجمہ: بلاشبہ ہم دیکھ رہے ہیں، ہم البتہ ضرور اسی قبلہ کی طرف آپ کا منہ پھیر دیں گے جس کی طرف منہ کرنے پر آپ راضی ہیں۔

تمام مسلمانوں کا نماز پڑھنے سے یہ مقصد ہوتا ہے کہ خدا راضی ہو جائے لیکن حضور اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، آپ اس لئے نماز پڑھیں تا کہ آپ خدا سے راضی ہو جائیں۔ ارشاد فرمایا:

فسبح واطراف النھار لعلک ترضٰیo (طٰہٰ)

ترجمہ: آپ صبح و شام نماز پڑھا کیجئے تا کہ آپ خدا تعالیٰ سے راضی ہو جائیں۔

ان آیات کے نزول کو دیکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تھا:

ما اری ربک الا یسارع فی ھواکo (محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ: جامع صحیح بخاری ج ۲، ص ۷۶۶)

میں آپ کے رب کو نہیں پاتی مگر اس حال میں کہ وہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔

یہ چند آیات تو دنیا میں وجاہت کے بارے میں تھیں۔ اب حضور اکرم ﷺ کی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجاہت ملاحظہ فرمائیں:

عسٰی ان یبعثک ربک مقاما محمودا o (بنی اسرائیل)

ترجمہ: قریب ہے کہ رب تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔

نیز فرمایا:

ولسوف یعطیک ربک فترضٰیo (الضحیٰ)

ترجمہ: عنقریب آپ کا رب تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

آیئے اب احادیث صحیحہ کی روشنی میں حضور اکرم ﷺ کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت ملاحظہ کیجئے:

قال رسول اللہ ﷺ انا سید ولد ادم یوم القیامۃ ولا فخر و بیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ ادم فمن سواہ الا تحت لوائیo (ترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سید (سردار) ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں، حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ آدم اور ان کے ماسوا تمام انبیاء اور

رسک میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا:

الا وانا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ تحتہ ادم فمن دونہ ولافخر وانا اول شافع واول مشفع یوم القیامۃ ولا فخر وانا اول من یحرک حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی فید خلنیھا ومعی فقراء المؤمنین ولا فخر وانا اکرم الاولین والاخرین علی اللہ ولا فخرo (ترمذی)

ترجمہ: یاد رکھو! میں اللہ کا محبوب ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں اور روز قیامت حمد کا جھنڈا اٹھاؤں گا، آدم اور ان کے ماسوا تمام نبی میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور مجھے اس پر فخر نہیں، میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی اور مجھے اس پر فخر نہیں اور سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور اللہ میرے لئے جنت کا دروازہ کھول دے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں تمام اولین وآخرین میں سب سے زیادہ عزت وجاہت والا ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔

ان دلائل کو پڑھنے کے بعد کیا کوئی شقی القلب یہ کہہ سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بالعموم اور حضور اکرم ﷺ کو بالخصوص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عزت وجاہت اور کوئی مرتبہ اور مقام حاصل نہیں ہے اور کس قدر بدنصیب شخص ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور بت دونوں اس بات میں برابر ہیں کو دونوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عزت وجاہت حاصل نہیں ہے۔ کیا یہ لوگ بتوں کی عزت اور شان میں بھی ایسی آیات اور احادیث دکھا سکتے ہیں، حتیٰ کہ دونوں کو ایک پلڑے میں رکھا جا سکے۔

انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے نفع اور نقصان کی طاقت عطا کی ہے

جس دوسرے نکتہ پر شیخ نجدی نے بحث کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نہ بتوں کو نفع ونقصان پہچانے کی قدرت حاصل ہے اور نہ انبیاء کو اور دونوں فریق اس امر میں مساوی ہے۔ آیئے دیکھیں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو نفع اور نقصان پہنچانے کی قدرت دی ہے یا نہیں۔

حضور اکرم ﷺ کے بارے میں فرماتا ہے:

انک لتھدی الی صراط مستقیمo (الشوریٰ)

ترجمہ: بلاریب آپ یقیناً صراط مستقیم کی طرف لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں۔

مانقموا الا ان اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہo (اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا فضل کہنا بھی جائز ہے۔ (تابش قصوری))

ترجمہ: ان منافقین کو نہ برا لگا مگر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے مسلمانوں کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

زید بن حارثہ کے بارے میں فرمایا:

انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ○ (الاحزاب:37)

ترجمہ: اللہ نے بھی زید بن حارثہ پر انعام فرمایا اور آپ نے بھی انعام کیا۔

ان تینوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے تین وصف ذکر فرمائے ہیں۔ ہدایت دینا، غنی کرنا، انعام فرمانا۔ اب کوئی بتائے کہ اگر ہدایت دینا، غنی کرنا اور انعام سے سرفراز کرنا، نفع پہنچانا نہیں ہے تو اور کس بلا کا نام نفع پہنچنا ہے اور آیئے اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ضرر پہنچانے کی قدرت دی ہے یا نہیں؟

والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم○ (التوبۃ)

ترجمہ: جو لوگ رسول اللہ کو تکلیف دیتے ہیں، ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

ان الذین یوذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الأخرۃ واعد لھم عذابا مھینا○ (الاحزاب)

ترجمہ: بلا ریب جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور اس سے بھی زیادہ وضاحت اس حدیث میں ملاحظہ فرمائیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے ابوجہل اور دیگر صنادید قریش آس پاس بیٹھے تھے، ان میں سے کسی نے کہا، فلاں شخص کے ہاں اونٹنی ذبح ہوئی ہے اس کی الائش (جیلی) کوئی شخص لے آئے اور جب یہ سجدے میں جائیں، تو ان کی پشت پر رکھ دی جائے۔ پس سب سے زیادہ بدنصیب شخص (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور عین سجدہ کی حالت میں حضور انور ﷺ کی پشت مبارک پر وہ آلائش رکھ دی۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی صغر سنی کے باعث کچھ نہ کر سکے اور خبثاء ایک دوسرے کو دیکھ کر اشارے کرتے اور مذاق اڑاتے، حتیٰ کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فداہا نفسی وابی وامی تشریف لائیں اور کمال بے جگری سے وہ آلائش اٹھا کر پھینکی اور کفار کو برا بھلا کہا۔ حضور انور ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر ان کافروں کا نام لے لے کر ان کی ہلاکت کی دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے اللہ! ابوجہل کو ہلاک کر، عقبہ بن ربیعہ کو ہلاک کر، شیبہ بن ربیعہ کو ہلاک کر ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف کو ہلاک کر اور عقبہ بن ابی معیط کو ہلاک کر۔ راوی کہتا ہے ساتواں ایک اور نام لیا تھا جو مجھے یاد نہ رہا (وہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ تھا) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قسم اس رب ذوالجلال کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس تمام لوگوں کا حضور اکرم ﷺ نے نام لیا تھا۔ میں نے ان سب کو بدر کے کنوئیں میں بے جان اوندھا پڑے ہوئے دیکھا تھا۔ (محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ: صحیح بخاری ج ۱، ص ۳۸، ۳۷)

کیا اس صریح حدیث کے بعد بھی شیخ نجدی کے متبعین یہ کہیں گے کہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مخالفین کو ضرر پہنچانے کی قدرت عطا نہیں کی؟ ان دلائل کو پیش کرنے کے بعد ہم شیخ نجدی کے متبعین سے پوچھتے ہے کہ کیا

بتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے نفع وضرر کی ایسی ہی طاقت دی ہے، کیا ان کے بارے میں نفع پہنچانے اور ضرر دینے کے بارے میں بھی اسی قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ پھر شیخ نجدی کا عدم نفع وضرر میں انبیاء علیہم السلام اور بتوں کو ایک پلڑے میں رکھنا، حق ہے یا باطل، کفر ہے یا ایمان، تعصب ضد اور عناد چھوڑ کر اپنے ضمیر سے سوال کیجئے اور دیکھئے اگر آپ کے ضمیر میں زندگی ہے تو وہ کیا جواب دیتا ہے؟ جب یہ حقیقت ظاہر ہوگئی کہ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ اقدس میں عزت اور مقام جاہ اور مرتبہ بھی دیا ہے اور ان کو نفع اور نقصان کی طاقت بھی دی ہے تو آیئے اب دیکھیں کہ ان کے وسیلہ سے دعا مانگنے کے لئے قرآن کریم میں ہدایت ہے یا نہیں۔

اللہ کریم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جآء ھم ما عرفوا کفروا بہٖ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرینo (البقرہ)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے یہود و کفار سے مقابلہ اور جنگ کی صورت میں حضور کا وسیلہ لے کر اللہ تعالیٰ سے فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ اور جب حضور اکرم ﷺ تشریف لے آئے تو انہوں نے حضور کو نہ پہچانا اور آپ کا کفر اور انکار کیا پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کفار پر۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگنے پر یہود کو ملامت نہیں کی، بلکہ حضور کے وسیلہ سے دعا مانگنے پر ان کو کفار کے خلاف فتح پر فتح عطا فرماتا رہا، البتہ جب انہوں نے اللہ کریم کے اس انعام کے باوجود حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی اور ان پر لعنت فرمائی۔

حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگنے کے بارے میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس ان یھود کانوا یستفتحون علی الاوس و الخزرج برسول اللہ ﷺ قبل مبعثہ فلما بعثہ اللہ من العرب کفروا بہ وجحدوا ما کانوا یقولون فیہ، فقال لھم معاذ بن جبل و بشر بن البراء بن معرور و داؤد بن سلمۃ یا معشر یھود اتقوا اللہ واسلموا فقد کنتم تستفتحون علینا بمحمد ﷺ و نحن اھل الشرک و تخبروننا بانہ، مبعوث و تصفونہ بصفتہ فقال سلام بن مشکم اخو بنی النضیر ماجاء نا بشیء نعرفہ وما ھو الذی کنا نذکر لکم فانزل اللہ فی ذلک من قولھمo (حافظ اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۱۴۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے اوس اور خزرج کے خلاف فتح کی دعائیں کرتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا اور حضور اکرم ﷺ کے توسل سے مانگی ہوئی سابقہ دعاؤں کا انکار کر دیا تو معاذ بن جبل، بشر بن براء اور

بتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے نفع وضرر کی ایسی ہی طاقت دی ہے، کیا ان کے بارے میں نفع پہنچانے اور ضرر دینے کے بارے میں بھی اسی قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ پھر شیخ نجدی کا عدم نفع وضرر میں انبیاء علیہم السلام اور بتوں کو ایک پلڑے میں رکھنا، حق ہے یا باطل، کفر ہے یا ایمان، تعصب ضد اور عناد چھوڑ کر اپنے ضمیر سے سوال کیجئے اور دیکھئے اگر آپ کے ضمیر میں زندگی ہے تو وہ کیا جواب دیتا ہے؟ جب یہ حقیقت ظاہر ہوگئی کہ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ اقدس میں عزت اور مقام جاہ اور مرتبہ بھی دیا ہے اور ان کو نفع اور نقصان کی طاقت بھی دی ہے تو آیئے اب دیکھیں کہ ان کے وسیلہ سے دعا مانگنے کے لئے قرآن کریم میں ہدایت ہے یا نہیں۔

اللہ کریم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جآء ھم ما عرفوا کفروا بہٖ فلعنۃ اللہ علی الکٰفرین○ (البقرہ)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے یہود و کفار سے مقابلہ اور جنگ کی صورت میں حضور کا وسیلہ لے کر اللہ تعالیٰ سے فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ اور جب حضور اکرم ﷺ تشریف لے آئے تو انہوں نے حضور کو نہ پہچانا اور آپ کا کفر اور انکار کیا پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کفار پر۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگنے پر یہود کو ملامت نہیں کی، بلکہ حضور کے وسیلہ سے دعا مانگنے پر ان کو کفار کے خلاف فتح پر فتح عطا فرماتا رہا، البتہ جب انہوں نے اللہ کریم کے اس انعام کے باوجود حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی اور ان پر لعنت فرمائی۔

حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگنے کے بارے میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس ان یھودا کانوا یستفتحون علی الاوس و الخزرج برسول اللہ ﷺ قبل مبعثہ فلما بعثہ اللہ من العرب کفروا بہ وجحدوا ما کانوا یقولون فیہ، فقال لھم معاذ بن جبل و بشر بن البراء بن معرور و داؤد بن سلمۃ یا معشر یھود اتقوا اللہ واسلموا فقد کنتم تستفتحون علینا بمحمد ﷺ و نحن اھل الشرک و تخبروننا بانہ، مبعوث و تصفونہ بصفتہ فقال سلام بن مشکم اخو بنی النضیر ماجاء نابشیء نعرفہ وما ھو الذی کنا نذکر لکم فانزل اللہ فی ذلک من قولھم○ (حافظ اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۱۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ سے اوس اور خزرج کے خلاف فتح کی دعائیں کرتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کی نبوت کا انکار کیا اور حضور اکرم ﷺ کے توسل سے مانگی ہوئی سابقہ دعاؤں کا انکار کر دیا تو معاذ بن جبل، بشر بن براء اور

داؤد بن سلمہ نے کہا: اے جماعت یہود خدا سے ڈرو اور اسلام لے آؤ جب ہم مشرک تھے، تو تم ہمارے خلاف حضور کے وسیلہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور ہم کو بتلایا کرتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ عنقریب مبعوث ہوں گے اور حضور کی ایسی صفات ہوں گی، اس کے جواب میں یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر سے سلام بن مشکم نے کہا کہ حضور ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں لائے جس کو ہم پہچانتے ہوں، یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔

علامہ رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں رحمۃ اللہ علیہ

ان الیھود من قبل مبعث محمد علیہ السلام و نزول القران کانوا یستفتحون ای یسئلون الفتح و النصرۃ و کانوا ایقولون اللھم افتح علینا و انصرنا بالنبی الامیo (امام فخر الدین رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر، ج ۱، ص ۶۰۴)

ترجمہ: حضور اکرم کی بعثت اور نزول قرآن سے پہلے یہود حضور اکرم ﷺ کے توسل سے دعائیں مانگتے تھے اور یوں کہتے تھے اے اللہ نبی امی کے توسل سے ہم کو فتح اور نصرت عطا فرما! یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔

اور علامہ آلوسی علیہ الرحمہ نے یہود کی دعا کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

اللھم انا نسئلک بحق نبیک الذی و عدتنا ان تبعثہ فی اخر الزمان ان تنصرنا الیوم علی عدونا فینصرونo (السید محمود آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی، ج ۱، ص ۲۲۰)

ترجمہ: اے اللہ ہم تجھ سے تیرے اس نبی کی جاہ اور حرمت کے وسیلہ سے سوال کرتے ہیں جس کی آخری زمانہ میں بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ تو ہمیں ہمارے دشمنوں کے خلاف مدد عطا کر، پس ان کو مدد دی جاتی۔

قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور مفسرین کے ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ کے توسل سے دعا مانگنا جائز ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مقام پر شبہ کیا جائے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل کا واقعہ ہے۔ تو ہم قارئین کرام کی خدمت میں حدیث شریف سے دو حوالے پیش کرتے ہیں جن سے ظاہر ہو جائے گا کہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد آپ کی حیات مبارکہ میں اور حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد ہم دو صورتوں میں حضور ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے دعائیں مانگنا جائز ہے۔

توسل کا ثبوت احادیث سے

قرآن کریم کی آیہ مبارکہ اور اس کی تفسیر میں مستند مفسرین کے حوالوں کے بعد توسل کے ثبوت میں دو حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

امام ابن ماجہ اپنی سنن میں اور امام ترمذی اپنی جامع میں بیان فرماتے ہیں:

عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریرا لبصر اتی النبی ﷺ فقال ادع الی اللہ لی ان

شئت اخرت لك وهو خير وان شئت دعوت فقال الدعه فامره ان يتو ضأ فيحسن وضوئه ويصلى ركعتين ويدعو بهذا الدعا اللهم انى اسئلك واتوجه اليك بمحمد نبى الرحمة يا محمد انى قد توجهت بك الى ربى فى حاجتى هذه لتقضى اللهم فشفه فى قال ابو اسحق هذا حديث صحيح○(وقال الترمذى هكذاحسن صحيح) (ابوعبداللہ یزید ابن ماجہ،متوفی ۲۷۳ھ،سنن ابن ماجہ،ص ۹۹،ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی،متوفی ۲۷۹،جامع ترمذی ،ص ۵۱۵)

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے۔آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو اس کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر تم چاہو تو دعا کردوں۔اس نے عرض کیا دعا ہی کر دیجئے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو حکم دیا جا کر اچھی طرح وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو اور اس طرح دعا مانگو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے حضور محمد نبی رحمت ﷺ کے توسل سے متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری یہ حاجت پوری ہو۔اے اللہ تو حضور ﷺ کی میرے بارے میں شفاعت قبول فرما (ابن ماجہ کہتے ہیں) ابو اسحٰق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث سے حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں توسل کا صراحۃً جواز ثابت ہوا۔اور چونکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے ساتھ مقید نہیں فرمایا،اس لئے یہ اپنے عموم اور اطلاق کے اعتبار سے بعد الوصال توسل پر بھی دلالت کرتی ہے۔نیز امام بیہقی نے عثمان بن حنیف کی اسی روایت کے تحت بیان فرمایا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان کے دور خلافت میں ایک شخص کی حاجت پوری نہیں ہوتی تھی،تو انہوں نے اس کو یہی دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی،چنانچہ علامہ سبکی بیہقی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:

عن عثمان بن حنيف ان رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان رضى الله عنه فى حاجة له فكان عثمان لا يلتفت اليه لايبنصر فى حاجة فلقى ابن حنيف فشكا ذلك فقال له عثمان بن حنيف ايت الميضاة فتوضا ثم ايت المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل اللهم انى اسئلك واتوجه اليك بنبينا بحمد ﷺ نبى الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربك فيقضى حاجتى و تذكر حاجتك الحديث○ (شیخ تقی الدین سبکی،شفاء السقام ۱۶۱)

ترجمہ: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار خلافت میں کسی کام سے جاتا تھا،وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے،اس کی عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ جا کر وضو کرو،پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھو،پھر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں محمد نبی رحمت ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں اے محمد میں آپ کے وسیلہ سے اللہ کی بارگاہ میں اپنی اس ضرورت کے پورے ہونے کے

لئے متوجہ ہوتا ہوں، پھر تم اپنی حاجت کا ذکر کرنا۔ الخ

صحابہ سے لے کر آج تک امت مسلمہ کے تمام اکابر اور معتمد علماء اور فقہاء اسلام جواز توسل کے قائل رہے ہیں اور اس پر ان کا عمل رہا ہے۔ اگر ہم ان کے تفصیل وار حوالے پیش کریں تو بحث طویل ہو جائے گی، تاہم اس اجمال سے یہ بات بہر حال ظاہر ہو جاتی ہے کہ شیخ نجدی نے وسیلہ سے دعا مانگنے کو کفر قرار دے کر تمام امت مسلمہ کو کافر قرار دیدیا۔

شفاعت

جمہور امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مطلقاً شفاعت کا اذن دے دیا ہے۔ اور اب کسی کی شفاعت کرنے کے لئے حضور ﷺ کو اذن خاص کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ حضور اکرم ﷺ کو گنہگار افراد امت کے لئے شفاعت کا حکم دیا گیا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے آپ کی حیات مقدمہ میں اور بعد از وصال پر دو صورتوں میں شفاعت طلب کرنا جائز ہے، جائز ہی نہیں بلکہ سعادت ہے۔

اس کے برخلاف شیخ نجدی کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو شفاعت کا مرتبہ دیا گیا ہے، لیکن حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے مخصوص اذن کے بغیر کسی شخص کی شفاعت نہیں کر سکتے اور حضور اکرم ﷺ سے شفاعت طلب کرنا صرف ممنوع ہی نہیں بلکہ کفر ہے، جس کے بعد شفاعت طلب کرنے والے کا قتل کرنا اور اس کا مال لوٹنا مباح ہو جاتا ہے۔

مسئلہ شفاعت میں شیخ نجدی کا موقف اور اس کا بطلان

اجمالی طور پر ہم سطور سابقہ میں مسئلہ شفاعت میں شیخ نجدی کا موقف بیان کر چکے اب ہم ان کی اپنی تصریحات سے اس مسئلہ کو بیان کرتے ہیں:

ولا یشفع فی احد الا من بعد ان یاذن اللہ لہ○ (محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفی ۱۲۰۶ھ، کشف الشبہات، ص ۳۶)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی کے لئے شفاعت نہیں کر سکے گا۔

ولا یشفع النبی ﷺ ولا غیرہ فی احد حتی یاذن اللہ لہ○ (محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفی ۱۲۰۶ھ، کشف الشبہات، ص ۳۶)

ترجمہ: اور حضور اکرم ﷺ نہ کوئی اور شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کسی کے لئے شفاعت کر سکے گا۔

فان قال النبی ﷺ اعطی الشفاعۃ وانا اطلبہ مما اعطاہ اللہ فالجواب ان اللہ اعطاہ الشفاعۃ ونہاک عن ھذا فقال فلا تدعوا مع اللہ احدا فاذا کنت تدعو اللہ ان یشفع نبیہ فیک فاطلبہ فی فلا تدعوا مع اللہ احدا وایضا فان الشفاعۃ اعطیھا غیر النبی ﷺ فصح ان الملائکۃ یشفعون والاولیاء یشفعون والافراط یشفعون فالقول ان اللہ اعطاھم الشفاعۃ فاطلبھا منھم ان قلت ھکذا رجعت الی عبادۃ الصالحین التی ذکر اللہ فی کتابہ وان قلت لا یطلق قولک اعطاہ اللہ الشفاعۃ وانا اطلبہ مما اعطاہ اللہ○ (محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفی ۱۲۰۶ھ، کشف الشبہات، ص ۳۷)

ترجمہ: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور اکرم ﷺ کو شفاعت دی گئی ہے، اس لئے میں آپ سے اس شفاعت کو طلب کرتا ہوں جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو عطا کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو شفاعت عطا کی ہے اور تم کو حضور سے شفاعت طلب کرنے سے روک دیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔ علاوہ ازیں حضور کے علاوہ فرشتے، اولیاء، اور کمسن بچے بھی شفاعت کریں گے، تو کیا تم یہ کہو گے کہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے شفاعت عطا کر دی اور میں ان سے شفاعت طلب کرتا ہوں، تو صالحین کی عبادت کے مترادف ہے یا یہ کہو گے کہ نہیں تو تمہارا یہ قول باطل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور ﷺ کو شفاعت عطا کی ہے اور میں آپ سے اس شفاعت کا طلب کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔

شیخ نجدی کا یہ قول بوجود باطل ہے:

(الف) شیخ نجدی کا یہ قول بلا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سے شفاعت طلب کرنے سے منع کر دیا ہے۔ قرآن و حدیث میں کوئی نص نہیں جس کا منادیہ ہے کہ حضور سے شفاعت نہ طلب کی جائے۔ شیخ نجدی نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں جو آیت پیش کی ہے۔ فلا تدعوا مع اللہ احدا ○ (الجن: 18) اس کا شفاعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو اور شفاعت طلب کرنا عبادت نہیں ہے، ورنہ حضور اکرم ﷺ کی حیات میں آپ سے شفاعت طلب کرنا اور عرصہ محشر میں انبیاء کرام سے شفاعت طلب کرنا بھی عبادت قرار پا کر ممنوع ہوتا اور شفاعت کی یہ قسم نہ صرف یہ کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، بلکہ شیخ نجدی کو بھی تسلیم ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

فاستغاثتهم بالانبياء يوم القيامة يريدون منهم ان يدعوا الله ان يحاسب الناس حتى يستريح اهل الجنة من كرب الموقف وهذا جائز في الدنيا و الاخرة و ذلك ان تاتي عند رجل صالح حي يجا لسلك و يسمع كلامك فتقول ادع الله لي كما كانوا اصحاب رسول الله ﷺ يسالونه ذلك في حياته واما بعد موته فحاشا كلاانهم سالواه ذلك عند قبره بل انكر السلف الصالح على من قصد دعاء الله عند قبره فكيف دعاؤه بنفسه ○ (محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفی ۱۲۰۶ھ، کشف الشبہات، ص ۵۸)

ترجمہ: مخلوق کا عرصہ محشر میں انبیاء کرام سے مدد طلب کرنا اس پر محمول ہے کہ وہ ان سے عرض کریں گے، کہ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سے جلدی حساب لے لے اور حشر کی تکلیفوں سے نجات ملے اور یہ دنیا اور آخرت دونوں میں جائز ہے۔ بایں طور کہ تو کسی نیک شخص کے پاس جا کر دعا کی درخواست کرے جو تیری مجلس میں ہو اور تیرا کلام سن رہا ہو جس طرح حضور کے صحابہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں آپ سے دعا کی درخواست کرتے تھے، لیکن آپ کے وصال کے بعد ہرگز ہرگز کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی، چہ جائیکہ انہوں نے حضور ﷺ سے دعا کی درخواست کی ہو۔

سوال یہ ہے کہ اگر حضور علیہ السلام یا دیگر انبیاء سے شفاعت طلب کرنا غیر اللہ کی عبادت ہے تو وہ حضور کی حیات ظاہری میں دنیا اور آخرت میں کیونکر جائز ہوگی۔ ثانیاً یہ کہ قرآن کریم کی جس آیت سے شیخ نجدی نے استدلال کیا ہے فلا تدعوا مع اللہ احدا ○ (الجن:18) "اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔" اس میں عموم اور اطلاق ہے، اس کو قبر کے ساتھ مقید کرنے پر کونسی صریح آیت یا صحیح حدیث شیخ نجدی نے پیش کی ہے، جبکہ شیخ نجدی کا مدعا یہ ہے کہ قبر پر جا کر انبیاء اور اولیاء سے شفاعت کی درخواست نہیں کرنی چاہئے۔ اس آیت میں کونسا لفظ قبر پر دلالت کرتا ہے جس کے سبب شیخ نجدی نے اس آیت کو قبر سے شفاعت طلب کرنے کے منع پر محمول کیا ہے۔

نیز شیخ نجدی کا یہ کہنا کہ اس شخص سے دعا کی درخواست کی جائے جو زندہ ہو اور طالب شفاعت کا کلام سن رہا ہو تو گزارش ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں چنانچہ صحیح حدیث مسلم شریف میں ہے کہ شب معراج حضور اکرم ﷺ کا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزر ہوا تو آپ نے دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے نیز خود حضور اکرم ﷺ کی حیات و سماع کے بارے میں ابن قیم جوزیہ طبرانی اور ابن ماجہ کے حوالے سے حدیث ذکر کرتے ہیں:

عن ابی الدداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشہود وتشہدہ الملائکۃ، لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا و بعد وفاتک قال و بعد و فاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجسادہ ○ (شمس الدین محمد ابی بکر ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام، ص ۹۳) الانبیاء (اس حدیث کی سند کی تحقیق کے لئے ذکر بالخیر تصنیف علامہ سعیدی ج ص ۲۲۸ تا ۲۳۳ ملاحظہ فرمائیں، (قادری غفرلہ) مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری دروازہ لاہور)

ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، جمعہ کے دن مجھ پر پر کثرت سے درود شریف پڑھا کرو، کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں فرشتے آتے ہیں۔ کوئی شخص مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو ہم نے عرض کیا، آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی فرمایا: ہاں وفات کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔

اور اولیاء کرام کی قبر میں حیات اور ان کے سماع کے لئے ابن کثیر کی یہ روایت ملاحظہ فرمائیں۔

ولقد ذکر الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ عمرو بن جامع من تاریخہ ان شابا کان یتعبد فی المسجد فہویتہ امراۃ فدعتہ الی نفسہا فمازالت بہ حتی کادیہ یدخل معہا المنزل فذکرہ ہذہ الایۃ ان الذین اتقوا اذا مسہم طٰٓئف من الشیطٰن تذکروا فاذاہم مبصرون فخر مغشیا علیہ ثم افاق فاعادہا فمات فجاء عمر۔۔۔ عمر اباہ و کان قددفن لیلا فذہب فصلی علی قبرہ بمن معہ ثم ناداہ عمر فقال یا فتی ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن فاجابہ الفتی من داخل القبر یا عمر قداعطانیہا ربی عزوجل فی الجنۃ مرتین ○ (حافظ

اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۲۷۹)

ترجمہ: حافظ ابن عساکر نے عمرو بن جامع کی سوانح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک نوجوان مسجد میں عبادت کرتا تھا اس پر ایک عورت فریفتہ ہوگئی اور اس کو ہمیشہ اپنے گھر آنے کی دعوت دیتی رہی حتیٰ کہ ایک دن وہ نوجوان اس کے گھر چلا گیا۔ ناگاہ اس کو یہ آیت یاد آئی: ان الذین اتقوا اذا مسھم طٰٓئف من الشیطٰن تذکروا فاذاھم مبصرون ○ (الاعراف) (جو لوگ متقی ہوتے ہیں جب ان کو کوئی شیطانی طائف چھیڑتا ہے، تو انہیں خدا یاد آجاتا ہے اور وہ فوراً ہوشیار ہو جاتے ہیں) وہ خوف خدا سے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے دوبارہ اسی آیت کو پڑھا اور بے ہوش ہو گیا اور پھر فوت ہو گیا۔ اسی رات کو اسے دفن کر دیا گیا۔ حضرت عمر نے اس کے باپ سے تعزیت کی اور اس کی قبر پر دعا کرنے کے بعد فرمایا: [illegible] جوان جو شخص خدا کے خوف سے فوت ہوا اس کو دو جنتیں ملتی ہیں۔ نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا مجھے اللہ عزوجل نے جنت دو مرتبہ عطا فرما دی۔

شیخ نجدی نے صالحین سے دعا کرانے کا جو خود ساختہ معیار مقرر کیا تھا۔ اس معیار کے مطابق بھی انبیاء اور اولیاء کی قبور پر ان سے دعا کی درخواست کرنے کا جواز ثابت ہو گیا۔ کیونکہ ابن کثیر اور ابن قیم جوزیہ نے یہ صراحت کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، زائرین کا کلام سنتے ہیں اور اگر کوئی ان کی بات سننے والے کان رکھتا ہو تو اس کو جواب بھی دیتے ہیں۔ رہا شیخ نجدی کا یہ کہنا کہ پھر اولیاء کرام وغیرہ ہم سے بھی طلب شفاعت کرنی چاہئے، ورنہ حضور ﷺ سے بھی طلب شفاعت باطل ہے، تو یہ شیخ نجدی کی خود فریبی ہے، اہل اسلام ہمیشہ سے انبیاء علیہم کے علاوہ اولیاء کرام سے بھی اپنی دینی اور دنیاوی مشکلات میں شفاعت طلب کرتے ہیں۔

اہل اسلام کا شفاعت میں مسلک

اہل اسلام کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا اذن مطلق دے دیا ہے، بلکہ امت کے گنہگار افراد کے لئے شفاعت کا حکم دیا ہے۔ صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ سے آپ کی زندگی میں شفاعت کی درخواست کی اور وصال کے بعد عہد صحابہ میں لوگوں نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی اور حضور اکرم ﷺ سے شفاعت کو طلب کرنا آج تک اہل اسلام کا معمول ہے۔

شفاعت کا اذن مطلق

حضور اکرم ﷺ کو شفاعت کا اذن مطلق دے دیا گیا ہے۔ اس کے ثبوت میں یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبداللہ ان النبی ﷺ قال اعطیت خمسا لم یعطھن احد قبلی نصرت بالرعب مسیرۃ شھر و جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوۃ فلیصل واحلت لی الغنائم و لم تحل لاحد قبلی و اعطیت الشفاعۃ و کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ و بعثت الی الناس عامۃ ○ (امام محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۷۹ھ: صحیح

بخاری ج ۱ ص ۴۸)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا مجھ کو پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو اس سے پہلے اور کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک ماہ کی مسافت پر جو دشمن ہوں، ان پر میرا رعب طاری کر دیا گیا اور تمام روئے زمین کو میرے لئے مسجد اور تیمم کو جائز کر دیا گیا۔ پس میری امت جب بھی نماز کا وقت پائے تو اس کو ادا کر لے اور میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ اس سے پہلے کسی کے لئے مال غنیمت حلال نہ تھا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے شفاعت عطا کر دی اور گزشتہ نبی کسی ایک قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے اور تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں۔

اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے شفاعت کرنے کو اپنی خصوصیت قرار دیا ہے، حالانکہ انبیاء سابقین کو بھی شفاعت عطا کی گئی ہے اور انہوں نے اللہ سے شفاعت طلب کی مثلاً حضرت ابراہیم نے فرمایا: **ومن عصانی فانك غفور رحیم o** (ابراہیم) "جو میری نافرمانی کرے تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔" نیز فرمایا: **ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب o** (ابراہیم) "اے اللہ! میری بخشش فرما، میرے والدین کی اور سب مسلمانوں کی۔" اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے گنہگار امتیوں کی شفاعت کرتے ہوئے فرمایا: **ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم o** (الانعام) "اگر تو ان کو عذاب دے تو تو مالک ہے اور اگر بخش دے تو تو زبردست اور حکمت والا ہے۔" اور اولیائے سابقین نے شفاعت کرتے ہوئے کہا: **ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان o** (الحشر 10) "اے اللہ! ہم کو بھی بخش دے اور ہم سے پہلے جو مسلمان بھائی فوت ہو چکے ہیں ان کو بھی بخش دے۔"

قرآن کریم نے جو حضرت ابراہیم، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور اولیاء سابقین کی شفاعت کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا اذن دے دیا تھا، ورنہ وہ کبھی شفاعت نہ کرتے۔ اب رہا یہ امر کہ پھر حضور اکرم ﷺ نے شفاعت کو اپنی خصوصیت کیوں قرار دیا ہے۔ اس کا صاف اور واضح جواب یہی ہے کہ باقی انبیاء اور اولیاء کی شفاعت صرف اپنی اپنی قوم کے ساتھ خاص تھی، یعنی ان کو صرف اپنی قوم کی شفاعت کا اذن دیا گیا تھا۔ اور حضور اکرم ﷺ کو شفاعت کا اذن مطلق فرمایا ہے۔ وللہ الحمد (حافظ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۴، ص ۳۴۵) (اس حدیث کو دار قطنی اور ابن خزیمہ نے اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا اور شوکانی نے کافی بحث کے بعد لکھا ہے کہ طبرانی نے اس حدیث کو جس سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۵، ص ۱۰۸)

اور چونکہ حضور اکرم ﷺ کو علی الاطلاق والعموم شفاعت کا اذن دے دیا گیا ہے اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے بغیر کسی قید کے فرمایا: جس مسلمان نے بھی میری قبر کی زیارت کی یا جس مسلمان نے بھی اذان کے بعد میرے لئے وسیلہ (جنت میں مقام اعلیٰ) کی دعا کی، اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہو گئی۔ (امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۶۶)

رہا یہ امر کہ بعض احادیث میں اس قسم کا مضمون بھی وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو جس قدر افراد کی شفاعت کی اجازت دی جائے گی، آپ اتنے افراد کی شفاعت فرمائیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اذن خاص اذن عام کے منافی نہیں ہے۔

شفاعت کا حکم دینا

حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے صرف شفاعت کا اذن عام ہی نہیں دیا، بلکہ شفاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فاعف عنهم واستغفر لهمo (آل عمران 159)

ترجمہ: آپ خود بھی ان کو معاف کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے بھی ان کی شفاعت کیجئے۔

واستغفر لهن الله ان الله غفور رحيمo (الممتحنہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے ان کی شفاعت کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنٰتo (محمد 19)

ترجمہ: اے محبوب! اپنے خاص احباب اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی بخشش کے لئے شفاعت کیجئے۔

قرآن کریم کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو مطلقاً مسلمانوں کی شفاعت کرنے کا حکم دیا ہے خواہ دنیا ہو، برزخ ہو یا آخرت اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دنیا میں بھی مسلمانوں کی شفاعت کی ہے، برزخ میں بھی ہر پیر اور جمعرات کو شفاعت فرماتے ہیں اور اب بھی جب کوئی شخص شفاعت طلب کرے، تو شفاعت فرماتے ہیں اور آخرت میں بھی شفاعت فرمائیں گے اور اس کے بعد بھی جو شخص یہ کہے کہ حضور اکرم ﷺ کو شفاعت کا اذن نہیں دیا گیا ہے۔ ان کے حق میں اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یا تو وہ قرآن کریم کی ان آیات صحیحہ اور احادیث صحیحہ کا علم نہیں رکھتے یا باوجود علم کے ان آیات اور احادیث کا انکار کرتے ہیں۔

شفاعت طلب کرنا

حضور اکرم ﷺ سے دنیا، برزخ اور آخرت ہر جگہ شفاعت طلب کرنا جائز ہے اور عہد رسالت سے لے کر آج تک تمام اہل اسلام کا معمول رہا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ سے شفاعت طلب کرتے چلے آئے ہیں۔

امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال النبی ﷺ عرضت علی الامم فاخذ النبی یمر معه الامة والنبی معه النفر و النبی معه العشرة والنبی معه الخمسة والنبی یمر وحده و نظرت فاذا سواد کثیر قلت یا جبرائیل هؤلاء امتی قال لا ولکن انظر الی الافق فنظرت فاذا سواد کثیر هؤلاء امتك وهؤلاء سبعون الفاقدامهم لا حساب علیهم ولا عذاب قلت ولم قال کانوا لایکتوون ولایسترقون ولایتطیرون وعلیٰ ربهم یتوکلون فقام الیه عکاشة بن

محصن فقال ادع الله ان یجعلنی منهم قال اللّٰهم اجعله، منهم ثم قال الیه رجل اخر فقال ادع الله ان یجعلنی منهم قال سبقك بها عكاشة ٥ (امام محمد اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۶۸)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے تمام امتوں کے احوال دیکھے۔ ہر نبی اپنی اپنی امت کے ساتھ جا رہے تھے، کسی نبی کے ساتھ ایک جماعت ہوتی، کسی کے ساتھ دس شخص ہوتے، کسی کے ساتھ پانچ کسی کے ساتھ ایک اور کوئی نبی علیہ السلام اکیلے جا رہے ہوتے۔ میں نے دیکھا ایک جگہ بڑی تعداد میں لوگ کھڑے تھے میں نے کہا: اے جبریل کیا یہ میری امت ہے؟ جبریل نے عرض کیا، ادھر آسمان کے کنارے کی طرف دیکھئے، میں نے دیکھا، تو لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت تھی۔ جبریل نے کہا: یہ آپ کی امت ہے اور یہ جوان سب کے آگے ستر ہزار شخص جا رہے ہیں، ان سے نہ حساب لیا جائے گا نہ ان کو عذاب دیا جائے گا، میں نے پوچھا کیوں؟ عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں (جو بلا ضرورت) جسم پر داغ نہیں لگواتے تھے اور نہ (زمانہ جاہلیت) کے منتر پڑھتے تھے اور نہ بدشگونی کرتے تھے اپنے رب پر توکل کرتے تھے، عکاشہ نے کہا: حضور میرے لئے شفاعت کیجئے۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے کہا اے اللہ اس کو ان میں سے کر دے ایک شخص اور کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا میرے لئے بھی شفاعت کیجئے۔ آپ نے فرمایا ﷺ سے پہلے عکاشہ کہہ چکا ہے۔ (حضور اکرم ﷺ نے جو دوسرے شخص کے لئے دعا نہیں فرمائی۔ اس کی علماء اسلام نے متعدد وجوہ بیان فرمائی ہیں۔ ابو العباس احمد بن یحییٰ نے کہا کہ وہ شخص منافق تھا۔ ابن جوزی نے کہا کہ پہلے شخص نے صدق قلب سے کہا تھا اور دوسرا شخص دیکھا دیکھی کھڑا ہو گیا تھا اور یہ احتمال تھا کہ اس کو دیکھ کر اور لوگ بھی کھڑے ہو جاتے اور لائن لگ جاتی، بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضور اکرم ﷺ علم نبوت سے جانتے تھے کہ یہ شخص اس گروہ میں شامل ہونے کا اہل نہیں ہے۔ (قادری)

اس حدیث شریف سے ایک واضح بات جو معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو شفاعت کا اذن عام مل چکا ہے اور ہر شخص کی شفاعت کے لئے آپ کو خاص اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں، ورنہ عکاشہ اور دوسرے شخص کی درخواست شفاعت پر آپ پہلے یہ فرماتے پہلے میں اللہ تعالیٰ سے شفاعت کی اجازت حاصل کر لوں، پھر شفاعت کروں گا۔ دوسری اہم بات جو اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرنا جائز ہے، ورنہ حضور اکرم ﷺ شفاعت طلب کرنے سے منع فرما دیتے اس سلسلے میں شیخ نجدی کا یہ فرق کرنا باطل ہے کہ زندگی میں حضور اکرم ﷺ خود وضاحت فرما دیتے کہ میرے وصال کے بعد مجھ سے شفاعت طلب نہ کرنا، اس کے برخلاف حضور اکرم ﷺ نے اس قسم کی ہدایات دی ہیں جو حیات اور بعد از حیات کا فرق ختم کر دی ہیں، مثلاً حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ من حج فزار قبری بعد موتی کان کمن

زارنی فی حیاتی○ (حافظ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی، متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۵، ص ۲۴۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے حج کر کے میرے وصال کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس شخص نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہے۔

پس جس طرح حضور اکرم ﷺ فدا نفسی کی حیات مقدسہ میں آپ سے شفاعت طلب کرنا جائز تھا، اسی طرح حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد بھی آپ سے شفاعت طلب کرنا جائز ہے۔

حضور اکرم ﷺ سے شفاعت کے عموم اور اطلاق پر قرآن کریم کی یہ آیت دلالت کرتی ہے:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جآء وك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما○ (النساء)

ترجمہ: اگر مسلمان گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کریں آپ کی بارگاہ میں آ جائیں، خدا سے معافی چاہیں اور آپ بھی ان کے لئے استغفار کریں، تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ وہ اگر گناہ کر لیں، تو حضور ﷺ کے پاس آئیں اور آنے کا اس کے سوا اور کوئی مطلب نہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے شفاعت چاہیں، اس کی تائید اگلے جملہ سے ہو رہی ہے جس میں فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ بھی ان کے لئے شفاعت فرما دیں اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی حیات یا بعد حیات کی کوئی قید نہیں لگائی۔ اس لئے اس آیت کو اپنے عموم اور اطلاق پر ہی رکھنا ہوگا اور محض قیاس فاسد سے اس کو حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا اور اگر بالفرض اس کو حضور اکرم ﷺ کی حیات ظاہری کے ساتھ مقید کیا جائے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ کرام جو پہلے ہی حضور انور ﷺ کی تربیت اور فیض صحبت سے معمور تھے، ان کی بخشش کے لئے تو ایک صورت مقرر کر دی اور بعد کے لوگ جو حضور ﷺ کی تعلیم و تربیت، فیضان نظر شرف صحبت سب سے محروم تھے اور جو بعد زمانہ کی وجہ سے گناہوں میں زیادہ مستغرق اور بخشش کے ذرائع کے زیادہ مستحق تھے۔ ان کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے امید کا کوئی سہارا نہیں چھوڑا اور یہ اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور اس کی وسیع رحمت سے انتہائی مستبعد ہے، پھر جب قرآن کے تمام احکام تکلیفیہ اور صحابہ سے لے کر قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے عام ہیں، تو اس حکم کو صرف صحابہ کے ساتھ کیوں خاص کیا جاتا ہے، کیا وہابیہ کی اس تخصیص سے ایک عام ذہن میں یہ نہیں سوچے گا۔ احکام تکلیفیہ کی مشقت میں تو ہم کو صحابہ کے ساتھ رکھا اور جب حصول شفاعت کے انعام کی باری آئی تو ہم کو صحابہ سے کاٹ کر رکھ دیا۔ اس نکتہ آفرینی سے لوگ اسلام کے قریب ہوں گے یا اسلام سے دور!

مستند مفسرین نے اس آیت کو اپنے عموم پر ہی رکھا ہے، چنانچہ علامہ نسفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جاء اعرابی بعد دفنه علیه السلام فرمی بنفسه علیٰ قبره وحثا من ترابه علی رأسه و قال یارسول الله قلت وسمعتار و کان فیما انزل الله علیك ولو انهم اذ ظلموا انفسهم وقد ظلمت نفسی و جئتك استغفر الله من ذنبی فاستغفرلی من ربی فنودی من قبره قد غفر لك○ (علامہ ابوالبرکات عبداللہ احمد بن محمود النسفی، متوفی ۷۰۱ھ، مدارک التنزیل، ج ۱، ص ۲۳۴)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد ایک اعرابی حضور اکرم ﷺ کی قبر انور پر آیا اور آپ کی قبر سے لپٹ گیا اور خاک سر پر بکھیر کر کہنے لگا جس وقت قرآن کریم نازل ہوا ہم نے سنا آپ نے فرمایا: ولوا انھم اذظلموا الایۃ میں گناہ کر کے اپنی جان پر ظلم کر چکا ہوں اور آپ کی بارگاہ میں آ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں، حضور آپ ﷺ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کیجئے، اس کے بعد قبر سے آواز آئی، جاؤ تم کو بخش دیا گیا۔

اور حافظ ابن کثیر اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

ولوا انھم اذظلموا انفسھم الایۃ یرشد اللہ تعالیٰ العصاۃ والمذنبین اذا وقع منھم الخطاء والصیان ان یاتوا الی الرسول ﷺ فیستغفروا اللہ عندہ ویسئلوہ ان یغفرلھم فانھم اذا فعلوا ذلک تاب اللہ علیھم ورحمھم و غفرلھم ولھذا قال:

لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد ذکر جماعۃ منھم الشیخ ابو منصور الصباح فی کتابہ الشامل الحکایۃ المشھودۃ عن عتبی قال کنت جالسا عند قبر النبی ﷺ فجاء اعرابی فقال السلام علیک یارسول اللہ سمعت اللہ یقول ولوا نھم ظلموا انفسھم جآء وک فاستغفروا اللہ لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما وقد جئتک مستغفرا لذنبی مستشفعا بک الی ربی ثم انشاء یقول۔

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ

فطاب من طیبھن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ

فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

ثم انصرف الاعرابی فغلبتنی عینی فرایت النبی ﷺ فی النوم فقال :یاعتبی الحق الاعرابی فبشرہ ان اللہ قد غفرلہ ○ (حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر القرشی الدمشقی، متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۵۱۹)

ولوا انھم اذظلموا انفسھم اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام خطا کاروں اور گنہگاروں کو یہ ہدایت کی ہے کہ جب ان سے کوئی خطا یا گناہ سرزد ہو جائے تو وہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آ جائیں اور آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور حضور سے بھی سوال کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہوں کی مغفرت کے لئے شفاعت کریں اور جب یہ گناہ گار اس طرح کریں گے تو اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے گا اور ان کو بخش دے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لوجدوا اللہ توابا رحیما ○ (النساء) اور علماء کی ایک عظیم جماعت نے ذکر کیا ہے جس میں سے شیخ ابوالمنصور الصبائح نے بھی اپنی کتاب "الشامل" میں لکھا ہے کہ عتبی بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دن حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: السلام علیک یارسول اللہ میں نے سنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لوگ اپنی

جانوں پر گناہ کر کے ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب آپ کے پاس آ جائیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہیں اور آپ بھی ان کی شفاعت کر دیں، تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا، پس میں آپ کے پاس اس حال میں آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں پر استغفار کر رہا ہوں اور آپ سے اپنے رب کے حضور شفاعت کا طالب ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے: اے ان تمام لوگوں سے برتر جن کے اجزاء زمین میں مدفون ہیں اور ان اجزاء کی خوشبو سے تمام زمینیں اور ٹیلے مہک اٹھے۔ میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں، اس میں عفو و درگزر ہے، سخاوت ہے اور رحمت و کرم ہے، یہ اشعار پڑھنے کے بعد اعرابی چلا گیا۔ مجھے اچانک نیند آ گئی، دیکھا تو حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں: اے عتبی اس اعرابی کے پاس جاؤ اور اس کو جا کر یہ نوید سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا ہے۔

اس آیت میں حافظ ابن کثیر نے وہ سن کچھ لکھ دیا ہے جس کو تمام اہل اسلام عہد رسالت سے لے کر آج تک کہتے چلے آئے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو حضور ﷺ سے شفاعت طلب کرنے کی رہنمائی فرمائی ہے۔ حافظ ابن کثیر وہ شخص ہیں جنہوں نے ابن تیمیہ سے براہ راست استفادہ کیا ہے، انہوں نے بھی حضور سے طلب شفاعت کو جائز قرار دیا ہے اور شیخ نجدی کو ابن تیمیہ کے چار سو سال بعد ظاہر ہوئے اور انہوں نے بدعقیدگی میں اس قدر غلو کیا کہ ابن تیمیہ ابن کثیر اور ابن رقیم کی روحیں بھی انہیں حیرت سے تکتی رہ گئیں۔ ابن تیمیہ بھی حضور اکرم ﷺ کی محبت اور عقیدت سے محروم تھا، لیکن شیخ نجدی اس محرومیت میں ابن تیمیہ کو بھی کوسوں میل پیچھے چھوڑ گیا اور کشف الشبہات میں بغیر کسی رکاوٹ اور حجاب کے صاف لکھ دیا۔

"تم خوب جانتے ہو کہ ان لوگوں کا محض اقرار توحید کرنا ان کو اسلام میں داخل نہیں کرتا اور ان کا انبیاء، ملائکہ اور اولیاء سے شفاعت طلب کرنا اور ان کی تعظیم کرنا اور ان کا قرب چاہنا یہی وہ سبب ہے جس کے پیش نظر ان کو قتل کرنا اور ان کا مال لوٹنا جائز ہو گیا ہے۔ (محمد عبدالوہاب نجدی، متوفی ۱۲۰۶ھ، کشف الشبہات، ص ۲۰،۲۱)

نبیوں اور ولیوں کی تعظیم اور قرب چاہنا

انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی تعظیم کے بارے میں چند دلائل ملاحظہ فرمائیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لاتجعلوا دعآء الرسول بینکم کدعآء بعضکم بعضا۝ (النور:63)

ترجمہ: رسول اللہ کو اس طرح نہ بلایا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

نیز فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون۝ (الحجرات)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کی آواز پر اونچی مت کرو اور نہ زور سے ان کے ساتھ بات کرو جیسے آپس میں زور سے بات کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو سکے۔

غور فرمائیے جن کو عامیانہ انداز میں بلانا ناجائز ہو جن کی آواز پر اونچی آواز ہو جانے سے اعمال کے ضائع

ہو جانے کا خطرہ ہو جن کے فیصلے کے خلاف دل میں ناگواری آئے تو ایمان چلا جاتا ہے۔ ان کی تعظیم اللہ تعالیٰ کو کس قدر مطلوب ہوگی اور یہ تعظیم صرف اشارات و کنایات اور التزامی دلائل سے ثابت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی بعثت سے ڈھائی ہزار برس پہلے تورات میں حضور اکرم ﷺ کی تعظیم کا حکم نازل فرمایا تھا اور قرآن کریم میں اس حکم کی پھر تجدید فرمائی اور ارشاد فرمایا:

فالذین اٰمنوا بہٖ و عزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحونo (الاعراف)

ترجمہ: پس جو لوگ نبی امی پر ایمان لائیں گے ان کی تعظیم کریں گے اور دین میں ان کی مدد کریں گے۔ اور اس نور (قرآن کریم) کی پیروی کریں گے جو ان پر نازل ہوا وہی کامیاب و کامران ہوں گے۔

قرآن کریم کی اس نص صریح کے بعد بھی کیا کوئی شخص اس بات میں تردد کر سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی تعظیم اور آپ کا قرب حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کا مطلوب ہے یا نہیں۔ تعظیم کے بعد حضور اکرم ﷺ کا قرب چاہنے کے بارے میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ایک مرتبہ ربیعہ بن کعب اسلمی کی خدمت سے خوش ہو کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

سل فقت الذلك مرافقك فی الجنةo (امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۹۳)

ترجمہ: مانگو کیا مانگتے ہو، عرض کیا: حضور جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔

اور قرآن کریم میں ہے:

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھدآء والصلحینo (النساء)

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ آخرت میں اللہ سے انعام پانے والے نبیوں صدیقوں، شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ ہوں گے۔

یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا حضور کیا یہ ممکن ہے کہ جنت میں میں آپ کے ساتھ رہوں۔

ان تمام آیات اور احادیث کا مقتضیٰ اس کے سوا کچھ نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی تعظیم اور قرب چاہنا اللہ کا مطلوب اور صحابہ کا معمول ہے۔

اور ولیوں کی تعظیم کے بارے میں امام بخاری کی یہ روایت ملاحظہ فرمائیں:

قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ قال من عادیٰ لی ولیا فقد اذنتہ باحربo (امام محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ: صحیح بخاری ج ۲، ص ۹۶۳)

ترجمہ: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے

میں اس سے جنگ کا اعلان کر دیتا ہوں۔

قرآن کریم کی آیات صریحہ، احادیث صحیحہ اور وہابیہ کے معتمد مفسرین اور اہل اسلام کے تعامل سے یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام کی تعظیم کرنا، ان کا قرب چاہنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا اللہ تعالیٰ کا مامور اور مطلوب ہے، صحابہ کرام اور خیار مسلمین کا معمول ہے اور تمام اہل اسلام کے نزدیک یہ اعمال محمود اور مسعود ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ شیخ نجدی اور ان کے متبعین کے نزدیک یہی امور کفر و شرک ہیں۔ اور انہیں اعمال کی بنا پر وہ مسلمانوں کی جان و مال کو اپنے لئے مباح اور حلال کر لیتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی

استمداد اور استغاثہ

تمام اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام سے ان کی زندگی میں اور وصال کے بعد ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے اس کے برخلاف شیخ نجدی نے انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے ان کی زندگی میں جب وہ قریب ہوں، تو ان سے مدد طلب کرنا جائز لکھا ہے اور حالت غیبوبت میں اور وصال کے بعد ان سے مدد طلب کرنے کو ناجائز لکھا ہے: چنانچہ لکھتے ہیں:

سبحان من طبع علی قلوب اعدئہ فان الاستغاثہ بالمخلوق فیما یقدر علیہ لا ننکرھا کما قال اللہ تعالیٰ فی قصۃ موسی (فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہ) و کما یستغیث الانسان باصحابہ فی الحرب وغیرھا فی الاشیاء التی یقدر علیھا المخلوق و نحن انکرنا استغاثۃ العبادۃ التی یفعلونھا عند قبور الاولیاء اوفی غیبتھم فی الاشیاء التی لایقدر علیھا الا اللہ o (محمد بن عبدالوہاب نجدی، متوفی ۱۲۰۶ھ، کشف الشبہات، ص ۵۷)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے دشمنوں کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جن چیزوں پر مخلوق کو قدرت ہے۔ ان چیزوں میں مخلوق سے مدد طلب کرنا جائز ہے اور ہم اس کا انکار نہیں کرتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بیان فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ایک شخص نے ان سے اپنے دشمن کے خلاف مدد چاہی یا جیسے کوئی شخص جنگ میں اپنے ساتھیوں سے مدد طلب کرتا ہے جس پر اس کو قدرت ہوتی ہے۔ ہم اس استمداد اور استغاثہ سے منع کرتے ہیں جو لوگ اولیاء اللہ کی قبروں پر یا ان کی غیبوبت میں ان سے مدد طلب کرتے ہیں۔ ان اشیاء پر جن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قدرت نہیں ہے۔

شیخ نجدی کا یہ کلام بوجوہ باطل ہے۔

اولاً: اس لئے کہ شیخ نجدی کا حیات اور بعد از حیات کا فرق کرنا باطل ہے، کیونکہ اگر غیر اللہ سے استمداد کفر اور شرک ہے، تو ان کی زندگی میں بھی کفر و شرک ہوگی اور ان کی زندگی کے بعد بھی کفر و شرک ہوگی اور اگر ان کی زندگی میں ان سے مدد چاہنا شرک نہیں ہے، تو بعد از ممات بھی شرک نہ ہوگا۔

نائب: قدرت کا فرق کرنا بھی باطل ہے، کیونکہ حقیقتاً ہر چیز پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اور اللہ تعالیٰ کی دین اور عطا سے اس کی دی ہوئی قدرتوں سے انبیاء اور اولیاء وصال سے پہلے اور وصال کے بعد مانگنے والوں کی مدد کرتے ہیں دلائل حسب ذیل ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی قبر سے استغاثہ

اس سے پہلے شفاعت کی بحث میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں عتبی کی روایت ذکر کی ہے۔ ایک اعرابی نے حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر آ کر آپ سے شفاعت طلب کی۔ اس کے علاوہ امام بیہقی علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے اور علامہ سبکی علیہ الرحمہ نے اس کو پوری سند کے ساتھ شفاء السقام میں نقل کیا ہے:

عن مالك الدار قال اصاب الناس قحط في زمان عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه فجاء رجل الى قبر النبي ﷺ فقال يارسول الله استسق الله لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول الله ﷺ في المنام فقال ايت عمر فاقرءه السلام و اخبره انهم مسقون وقال له عليك الكيس الكيس فاتى الرجل عمر فاخبره فبكى عمر رضي الله تعالىٰ عنه ، ثم قال يارب ما الوالا ماعجزت عنه○ (شیخ تقی الدین سبکی شافعی، شفاء السقام، ص ۱۴۵)

ترجمہ: مالک الدار بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں قحط پڑ گیا۔ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے، کیونکہ مسلمان بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کو خواب میں زیارت سے مشرف کیا اور فرمایا ان کے پاس جاؤ، ان سے میرا سلام کہو اور ان کو خوشخبری دو کہ عنقریب بارش ہو گی اور ان سے کہو کہ تدبر سے کام لیں۔ وہ شخص حضور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور ان کا ماجرا بیان کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور کہنے لگے اے اللہ عمر وہی کام چھوڑتا ہے جس کی اس کو طاقت نہ ہو۔

اس اثر کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ، حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور طبرانی نے معجم صغیر میں بیان فرمایا ہے۔

اس اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خیر القرون کے قرن خیر میں ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ کی قبر سے استغاثہ کیا اور حضرت عمر کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا اور کسی صحابی نے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس پر نہ کوئی نکیر کی اور نہ ملامت کی۔ پس ثابت ہوا کہ قبر سے استغاثہ صحابہ کا معمول تھا، کیونکہ اس واقعہ کو وہاں کسی اجنبی حیثیت سے نہیں دیکھا گیا۔

حالت غیبوت میں استغاثہ

شیخ نجدی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب کوئی شخص پاس موجود ہے تو اس سے استمداد اور استغاثہ جائز ہے اور جب وہ دور یا غائب ہو تو اس سے مدد طلب کرنا جائز نہیں ہے حالانکہ عقلاً یہ فرق باطل ہے، کیونکہ جو چیز قریب سے موجب

شرک ہوگی وہ دور سے بھی موجب شرک ہوگی۔ اس کے علاوہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دور سے اور حال غیبوبت میں استمداد اور استغاثہ کیا ہے، چنانچہ امام بخاری اور قاضی عیاض اور دیگر محدثین کرام ارحمہم اللہ بیان کرتے ہیں۔

خدرت رجل ابن عمر فقال رجل اذکر احب الناس الیك فقال یا محمد وفی روایة فصاح یا محمداہ فانتشرت رجلہ (محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد، ص ۱۴۲ قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء، ج ۲، ص ۱۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہوگیا، ان سے کسی شخص نے کہا، جو تم لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہو، اس کو یاد کرو، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بآواز بلند کہا: یا محمد! ﷺ تو ان کا پاؤں اسی وقت ٹھیک ہوگیا۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ شرح شفاء میں یا محمداہ کے تحت لکھتے ہیں:

فصدبہ اظہار المحبة فی ضمن الاستغاثة (علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح شفاء، ج ۲ ص ۱۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اظہار محبت کے ضمن میں بطور استمداد و استغاثہ یا محمد ﷺ پکارا۔

اس اثر سے یہ ثابت ہوگیا کہ حال غیبوبت میں استغاثہ کرنا صحابہ کرام کا معمول تھا اور جو چیز صحابہ کرام کے معمولات سے ہو، اس پر عمل کرنا ہی صراط مستقیم ہے اور اس سے ہٹ کر عمل کے لئے راستہ تلاش کرنا یا معمول صحابہ کو غلط بلکہ شرک قرار دینا بدترین گمراہی ہے۔

قدرت اور عدم قدرت کا مغالطہ

شیخ نجدی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان امور میں بندوں سے استغاثہ کرنا جائز ہے۔ جو (عام حالات میں یا عادتاً) ان کی قدرت میں ہوں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک اسرائیلی نے مدد چاہی یا جیسے کوئی شخص لڑائی میں کسی دوست سے مدد طلب کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو امور عام حالات میں اور عادۃً بندوں کی قدرت میں نہیں ہوتے، ان میں بندوں سے استغاثہ جائز نہیں ہے۔ شیخ نجدی کا یہ فرق کرنا قرآن کریم کے صراحۃً خلاف ہے۔

تخت بلقیس یمن میں تھا اور بیت المقدس سے سینکڑوں میل کی مسافت پر واقع تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو منگانا چاہا تو درباریوں سے کہا: **یٰایھا الملؤا ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین** (نمل) "اے درباریو تم میں سے کوئی شخص اس تخت کو ان کے مسلمان ہونے سے پہلے لا کر دے سکتا ہے"۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ بلقیس اور اس کے ساتھی حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات کے لئے چل پڑے تھے۔ ایک بہت بڑے جن نے عرض کیا: میں آپ کے دربار برخاست ہونے سے پہلے لا کر حاضر کردوں گا: **انا اٰتیك بہ قبل ان تقوم من مقامك** (نمل:39) حضرت سلیمان علیہ السلام اس سے بھی پہلے چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا: میں اس سے پہلے چاہتا ہوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاتب آصف بن

برخیا نے کہا: ان اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک o (نمل:40)" میں پلک جھپکنے سے پہلے اس تخت کو حاضر کردوں گا"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوگیا۔ (حافظ بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۳۶۴،۳۶۳ (ملخصا)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا دربار برخاست ہونے سے پہلے تخت بلقیس منگوانا اور ان کے کاتب آصف بن برخیا کا پلک جھپکنے سے پہلے لاکر حاضر کردینا خواہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہو یا آصف بن برخیا کی کرامت۔ اس واقعہ سے یہ بات بہرحال ثابت ہوگئی کہ جب چیزوں پر عادتاً عام لوگوں کو قدرت نہیں ہوتی۔ ان چیزوں کے حصول کے لئے اولیاء کرام سے رجوع کرنا سراسر حق اور سرتاپا ہدایت ہے ورنہ حضرت سلیمان علیہ السلام درباریوں سے یہ نہ کہتے کہ مجھے دربار برخاست ہونے سے پہلے تخت چاہئے نہ قرآن کریم اس واقعہ کو بیان کرتا بلکہ قرآن کریم نے اس واقعہ کو بیان کرکے یہ ظاہر کردیا ہے کہ جن چیزوں کا حصول عام لوگوں کی قدرت میں نہیں ہوتا، ان کے حصول کے لئے اولیاء کرام کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

ام المومنین سیدہ میمونہ کی قبر سے استغاثہ

سابقہ سطور میں ہم نے اولیاء کرام کی زندگی میں ان امور میں ان سے استغاثہ کی دلیل فراہم کی تھی جو عام لوگوں کی قدرت میں نہیں ہوتے۔ اب وصال کے بعد ان سے ان چیزوں کے حصول میں استغاث پر دلیل ملاحظہ فرمائیں جو عام لوگوں کی قدرت میں نہیں ہوتے سید احمد بریلوی متوفی ۱۲۴۶ھ عقائد میں شیخ نجدی کے ہمنوا تھے، چنانچہ شیخ عطار نے لکھا ہے:

ہندوستان میں سید احمد بریلوی نے ان کے مشن کو زندہ کیا اور وہاں کے کفار (یعنی اسلاف کی روایات کے حامل مسلمانوں) کے ساتھ برسرپیکار رہے۔ (شیخ احمد عبدالغفور عطار شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی، ص ۱۰۹)

سید محمد علی، سید احمد بریلوی کے بڑے بھانجے کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ سید احمد نے ان کو بڑی برکات سے نوازا تھا اور بقول سید احمد بریلوی نے سید محمد علی کو سید احمد بریلوی کی بیعت لینے کے لئے وکیل مقرر کیا تھا (مخزن احمدی، ص ۶۰) یعنی سید احمد بریلوی شیخ نجدی کے پرتو تھے اور سید محمد علی سید احمد کے مقبول بارگاہ تھے، خلاصہ یہ ہوا کہ سید محمد علی بھی سید احمد بریلوی کی طرح شیخ نجدی کے افکار کے پیروکار تھے، بہرحال چونکہ سید محمد علی شیخ نجدی کے گروہ کے آدمی تھے، اس لئے ان کے اقوال شیخ نجدی کے اتباع پر مبنی ہیں، ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:

دریں منزل قریب نصف شب بوادی سرف کہ مزار فائض الانوار جناب میمونہ علیہا علی بعلہا الصلوۃ و السلام من اللہ الملک العلام رسیدیم از اتفاقات عجیبہ آنکہ آں روز ہیچ طعام نخوردہ بودیم چوں از خواب آں وقت بیدار شوم از نما بست گرسنگی طاقتم طاق و بدرورویم درمحاق بود بطلب نان پیش ہرکس دویدم و بمطلب نرسیدم بنا چار برائے زیارت درحجرہ مقدسہ رفتم و پیش تربت شریفہ گدا یانہ ندا کردہ گفتم کہ ای جدہ امجدہ من مہمان شما ہستم چیزید خوردنی عنایت فرما مراد محروم از الطاف کریمانہ نور متما انگاہ سلام کردم و فاتحہ اخلاص خواندہ لوایش بروح پر فتوحش فرستادم انگاہ نشستہ سر بہ قبرش نہادہ بودم از رازق مطلق ودانائے برحق دوخوشہ انگور تازہ بدستم افتادہ طرفہ تر

آنکہ آن ایام سرما بود وهیچ جا انگور تازہ میسر نبود بحیرت افتادم ویکی ازان هر دہ خوشہ هموں چاشتہ تناول نمود از حجرہ بیرون شدم ویک یک را از هریک تقسیم کردم و گفتم:

یـافـت مـریـم گـر بهـنـگـام شتـا — میـوه هـائـی جـنـت از فـضـل خـدا
ایـن کـرامـت در حیـاتـش بود وبـس — بعـد فـوتـش نـقـل نـنـمـوداسـت کـس
بـعـد فـوت روح خـتـم الـمـرسـلیـن — رفـتـه چـنـدیـن قـرن هـا اے دوربیـن
بـنـگـر از وے ایـن کـرامـت یـافـتـم — مـا بـه حـد گـونـا نـعـمـت یـافـتـم

(سید محمد علی مخزن احمدی، ص ۹۹)

آدھی رات کے قریب ہم وادی سرف پر پہنچے جہاں ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار فائض الانوار ہے، اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے شوہر یعنی نبی کریم ﷺ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس روز ہمارے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا، جب میں سو کر اٹھا تھا، تو سخت بھوک لگی ہوئی تھی، میری طاقت میں اضمحلال آ گیا تھا اور چہرہ کملا گیا تھا، روٹی مانگنے کے لئے میں ہر کسی کے پاس گیا، لیکن مطلب کو نہ پہنچا، آخر بے بس ہو کر سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر کی زیارت کے لئے گیا اور فقیرانہ انداز سے صدا لگائی اور میں نے آپ سے عرض کیا: اے میری دادی جان میں آپ کا مہمان ہوں کوئی چیز کھانے کی عنایت فرمائیں اور اپنے در لطف و کرم سے محروم نہ فرمائیں۔ پھر میں نے سلام عرض کیا اور فاتحہ پڑھ کر روح کو ثواب پہنچایا اور آپ کی قبر انور پر سر رکھ دیا۔ اللہ تعالیٰ جو رازق مطلق ہے اور ہمارے احوال سے واقف ہے، اس کی طرف سے مجھ کو انگور کے دو تازہ خوشے ملے اور عجیب تر بات یہ ہے کہ وہ ایام سرما تھے اور دنوں وہاں انگور کا ایک دانہ بھی نہیں ملتا تھا۔ ان خوشوں میں سے کچھ میں نے وہیں کھائے اور باقی حجرہ سے باہر آ کر میں نے ایک ایک دانہ ہر ایک کو تقسیم کیا اور فی البدیہہ یہ اشعار کہے: حضرت مریم نے اگر ایام سرما میں جنت کے میوے فضل خدا سے پائے، ان کی یہ کرامت فقط ان کی زندگی میں تھی اور ان کی وفات کے بعد یہ کرامت ثابت نہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی زوجہ کی وفات کے اتنی صدیاں گزرنے کے بعد بھی اے دیکھنے والے دیکھ کہ میں نے آپ سے اس کرامت کا ظہور پایا اور صد ہزار نعمت کے حصول کا مرتبہ پایا۔

غور فرمایئے کہ قبر سے استمداد اور استغاثہ کی یہ وہی صورت ہے جس کو وہابیہ کی زبانیں کفر و شرک کہتے نہیں تھکتیں۔ سید احمد بریلوی کے بھانجے اور مصنف مخزن احمدی سید محمد علی نے ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر سے استغاثہ کیا ہے اور اس کو سید احمد کی سوانح میں لکھ کر چھاپ دیا ہے، اس کے باوجود وہ کٹر موحد اور ماحیٔ بدعت و شرک کے لقب سے نوازے جاتے ہیں اور دیگر اہل اسلام اگر یہی عمل کر لیں تو وہ کافر و مشرک اور مباح المال والدم قرار دیئے جاتے ہیں۔ فیاللاسف